ندامت

جمیل عثمان

تقریباً نصف صدی بعد وہ مجھے ملا تھا - ہم اس وقت جدا ہوئے تھے جب ہم آٹھویں جماعت میں تھے - ہماری عمریں اس وقت تیرہ چودہ سال کے قریب ہوں گی - اور اب ہم ساٹھ سے تجاوز کر چکے تھے -

ہوا یوں کہ فیس بک پر میں اپنا پروفائل اپ ڈیٹ کر رہا تھا کہ ایک نام نظر سے گزرا - "خلیق درانی"- یہ نام مجھے اب بھی یاد تھا - یہ عجیب بات ہے کہ ہم ان لوگوں کو تو بھول جاتے ہیں جو ہماری زندگیوں میں بعد میں داخل ہوتے ہیں - مگر ان کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے جن سے عمر کے ابتدائی حصے میں واسطہ پڑتا ہے - اور خاص کر اسکول کے وہ دوست جو دس سال سے پندرہ سال کی عمر تک ہمارے ساتھ رہے ہوں-

خلیق درانی میرے انہی دوستوں میں تھا - ہم صرف تین سال ساتھ پڑھے تھے - چھٹی، ساتویں اور آٹھویں - جب وہ پہلے پہل ہمارے اسکول میں آیا تھا تو کلاس میں میری برتری کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا تھا - میں نے مسلسل تین سال تک اول آنے کا ریکارڈ قائم کیا تھا - لیکن خلیق نے آتے ہی مجھے شکست دے دی اور پہلی پوزیشن کا حقدار بن گیا - پھر یوں ہوا کہ کبھی وہ فرسٹ آتا اور میں سیکنڈ اور کبھی میں فرسٹ اور وہ سیکنڈ - ہم ایک دوسرے کے رفیق بھی تھے اور رقیب بھی - ہم میں رقابت ضرور تھی مگر صرف پڑھائی کی حد تک - کلاس روم سے باہر ہم بہت گہرے دوست تھے - ہماری پسند ناپسند اور مشغلے بہت ملتے جلتے تھے - مگر صرف تین سال بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا - اس کے والد کا تبادلہ کسی اور شہر ہو گیا تھا اوریوں ہمارے درمیان سارے رابطے ختم ہو گئے تھے - چند مہینوں تک خط و کتابت ہوتی رہی تھی مگر آہستہ آہستہ اس میں کمی ہوتی گئی اور سال گزرنے کے بعد ہمیں ایک دوسرے کی خبر بھی نہیں رہی -

آج جب یہ نام دیکھا تو وہ زمانہ یاد آ گیا - "کیا یہ وہی خلیق درانی ہے؟ ایک نام کے تو کئی لوگ ہوتے ہیں؟" میں نے سوچا - پھر بھی معلوم کر لینے میں کیا حرج ہے - میں نے اسے پیغام بھیجا، "کیا تم وہی خلیق درانی ہو جو ۱۹۶۶ میں سینٹ جوزف اسکول کراچی میں آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا؟"

"یس ڈیوڈ" (Yes dude) اس کا جواب فی الفور آیا - "اور کیا تم وہی وحید احمد ہو جو میرے ساتھ اس اسکول میں پڑھتا تھا؟"

اس بار اس نے اپنا فون نمبر بھی لکھا تھا - لہذا میں نے ایک لمحہ ضایع کئے بغیر اسے فون کیا - معلوم ہوا یہ وہی خلیق درانی ہے - میرے بچپن کا دوست -

فون پر ہم گھنٹوں باتیں کرتے رہے - ہمیں پچاس سالوں کے حالات و واقعات کا احاطہ کرنا تھا جو چند ٹیلی فون کالز سے ممکن نہیں تھا - پھر ای میلز کے تبادلے ہوئے اور ہم نے اپنی اور اپنی بیوی بچوں کی تصویریں ایک دوسرے کو بھیجیں -

اب ملاقات کے دن گنے جانے لگے - ہم دونوں ہی اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے- طے یہ ہوا کہ پہلی فرصت میں جسے موقع ملے وہ دوسرے کے شہر چلا جائے - اور خدا نے مجھے یہ موقع دے دیا - سین ڈی ایگو میں مجھے ایک بزنس میٹنگ اٹنڈ کرنی تھی - پیر کے دن ایک بجے میٹنگ کا وقت مقرر ہوا تھا -

''پرفیکٹ ٹائمنگ!'' میں نے خلیق سے فون پر کہا - ''میں جمعے کی شام لاس اینجلز پہنچ جاؤنگا - ہفتہ اور اتوار تمہارے ساتھ گزارونگا اور پیر کی صبح سین ڈی ایگو کے لئے روانہ ہو جاؤنگا - ڈیڑھ دو گھنٹوں کی تو ڈرائیو ہے ایل اے سے سین ڈی ایگو تک - آرام سے میٹنگ کے وقت سے پہلے پہنچ جاؤنگا-''

وہ مجھے لینے ایئر پورٹ آیا تھا - ہم جب جدا ہوئے تھے تو لڑکے تھے اور اب بڑھاپا آ گیا تھا - میری نظروں میں وہی تیرہ سالہ لڑکا تھا ، سفید قمیص، بلو نیکر، سفید موزے اور کالے جوتے پہنے ہوئے - اور شاید اس کی نظروں میں میں بھی ویسا ہی رہا ہوں گا- لیکن اس وقت میرے سامنے ایک ایسا آدمی کھڑا تھا جس کے سر کے بال کھچڑی ہو چکے تھے اور برائے نام رہ گئے تھے -آنکھوں پردبیز شیشوں کی عینک لگی ہوئی تھی اور چھوٹی سی توند بھی نکلی ہوئی تھی - میں اسے جن نظروں سے دیکھ رہا تھا شاید وہ بھی مجھے ویسے ہی دیکھ رہا ہوگا - ہم بغلگیر ہو گئے اور دیر تک ایک دوسرے کی موجودگی کو محسوس کرتے رہے اور اپنے آپ کو یقین دلاتے رہے کہ ہاں ہم وہی ہیں - وہی خلیق ، وہی وحید !

وہ مجھے اپنے گھر لے آیا - اس نے غزل چھیڑی اور مجھے ساز تھما دیا - پھر ہم دیر تک عمر رفتہ کو آواز دیتے رہے - رات کے دو بج گئے تو خیال آیا کہ اب سو جانا چاہیئے –

خلیق ایک کامیاب بزنس مین تھا - لاکھوں اور کروڑوں میں کھیلنے والا - اس کا گھر ایک بہت شاندار مینشن تھا - قیمتی فرنیچر ، دبیز قالینوں اور نفیس پردوں سے آراستہ و پیراستہ - جس گاڑی پر وہ مجھے لینے آیا تھا وہ ایک نئی چمچماتی مرسیڈیز تھی - میں اس کا کاروبار ، اس کا گھر ، اس کی گاڑی اور اس کا رہن سہن دیکھ کر دنگ رہ گیا - اس کے مقابلے میں میں کیا تھا ؟ ایک معمولی تنخواہ دار ملازم جس کے پاس اپنا گھر تک نہیں تھا - میری نظروں کے سامنے اپنا دو کمروں کا چھوٹا سا اپارٹمنٹ گھوم گیا اور دس سال پرانے ماڈل کی گاڑی - تنخواہ آتی تھی تو تین چار دنوں کے اندر نہ جانے کہاں اڑ جاتی تھی –

پہلی بار مجھے اللہ سے شکایت ہوئی - یا اللہ، خلیق اور مجھ میں کیا فرق ہے؟ ہم دونوں کی ذہنی سطح برابر تھی - ذہانت میں ہم ایک دوسرے کے ہمسر تھے - تعلیم و تربیت بھی ایک جیسی تھی - پھر خلیق پر اتنی مہربانی کیوں ؟ اور مجھے کیوں پراگندہ روزی و پراگندہ دل رکھا ہے؟

دوسری صبح وہ مجھے اپنی مرسیڈیز میں پورے لاس اینجلز کی سیر کراتا رہا - ہم نے دوپہر کا کھانا ایک اعلیٰ ریسٹورنٹ میں کھایا- ظہر کا وقت ہو چکا تھا - خلیق نے کہا "یہاں ایک بڑی خوبصورت مسجد ہے - آؤ تمہیں وہ دکھاؤں اور ہم ظہر کی نماز بھی وہیں پڑھ لیں گے" -

ہم مسجد میں داخل ہوئے اور سنت ادا کرنے لگے - میں نے دیکھا کہ وہ بڑی مشکلوں سے اٹھ بیٹھ رہا تھا - سجدے سے وہ ایک جھٹکے سے اٹھ نہیں پا رہا تھا جیسے میں اٹھ کر کھڑا ہو جا رہا تھا - جب ہم فرض با جماعت پڑھنے لگے تو وہ میرے برابر ہی کھڑا تھا - نماز کے دوران میں نے محسوس کیا کہ اٹھنے اور بیٹھنے میں اسے شدید تکلیف ہو رہی ہے - وہ دو تین حصوں میں کھڑا ہوتا - سجدے سے اٹھ کر پہلے اکڑوں بیٹھ جاتا، پھر آہستہ آہستہ کھڑا ہوتا ، اٹھتے ہوئے اس کا دایاں پیر بے اختیار صف سے آگے کی طرف پڑتا - پھر وہ واپس صف میں آتا -

امام نے سلام پھیرا - نماز ختم ہونے کے بعد مجھے اپنے اللہ سے بے جا شکوے پر بے حد ندامت ہوئی - میرے ہاتھ آپ ہی آپ دعا کے لئے بلند ہو گئے:

"یا اللہ ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے مجھے خلیق سے بہت بہتر حالت میں رکھا ہے" -